''اسلام کے نظام میراث میں کلالہ کا شرعی مفہوم''

(دور حاضر کے علماء کی آراء کا جائزہ)

حافظ احمد حماد*
محمد کاشف نصیر*

ABSTRACT:

Inheritance is an integral part of Islamic Shariah & Law, and it's application in Islamic society is a mandatory aspect of the Divine teachings of Islam. That Muslim inherit from each other is proven from the Holy Qur'an: "There is a share for men and a share for women from what is left by parents and those nearest related, whether, the property be small or large - a legal share." [An-Nisa 4:7]In the terminology of Islamic Fiqh or Jurisprudence, a Klala (A person (male or female) who has died (& has taraka left behind) & has no Narina Aulad, and has no father, grandfather or great grandfather) is the inheritance of a deceased believing man or woman who is survived neither by their parents, nor do they leave behind any off-spring. The wealth left behind by such deceased are distributed as inheritance amongst their surviving brothers and/or sisters. In the article, it is tried to clear the meaning of "Klala" and it's rights as the understood by the Ulama and scholars. It also been tried to make the laws of inheritance especially related to "Klala" much easier to understand for the common person, but it still requires good knowledge of the Inheritance.

Keywords: Inheritance, Islamic Fiqh, Jurisprudence, Klala, Terminology.

کلالہ کی تعریف:

لفظ ''کلالہ'' قرآن مجید میں سورۃ النساء کی آیت وراثت میں وارد ہوا ہے، جس کا مفہوم الفاظ کے اختلاف کے ساتھ ذکر کیا جاتا رہا۔ نبی کریم ﷺ کے بعد جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس لفظ کے بارہ میں پوچھا گیا تو انہوں نے اس کا جواب دیا، جیسے مفسر ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں کلالہ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے نقل کیا ہے:

''کلالہ اکلیل سے مشتق ہے۔ لغوی اعتبار سے جو چیز سر کو اطراف سے گھیرے اسے اکلیل کہتے ہیں۔ یہاں کلالہ سے

* لیکچرر، دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد برقی پتا: ah3316@gmail.com
** لیکچرر، گورنمنٹ ڈگری کالج میاں چنوں
تاریخِ موصولہ: ۷/۳/۲۰۱۶ء

مراد وہ آدمی ہے جس کا اصل یا فرع میں کوئی وارث نہ ہو (یعنی والدین، والدین کے والدین یا اولاد یا اولاد کی اولاد وغیرہ نہ ہو)۔البتہ اس کے علاوہ دوسرے اطراف سے لوگ اس کے وارث بن رہے ہوں۔

حضرت شعبی رحمہ اللہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ سے کلالہ کے بارہ میں استفسار کیا گیا تو فرمانے لگے:''میں اپنی بساط کے مطابق اپنی طرف سے کلالہ کے بارے میں تم کو بتا رہا ہوں، اگر اس کا مفہوم درست ہوا تو اسے اللہ کی عنایت سمجھیں، لیکن اگر اس میں کوئی لغزش ہوئی تو اسے میرے غلطی پر محمول کیا جائے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ اس قول سے بری ہیں:

''کلالہ اسے کہتے ہیں جس کا بیٹا (وراثت کے لیے) ہو اور نہ والد (وراثت کے لیے) موجود ہو، اور جب حضرت عمر فاروقؓ نے نظام حکمرانی سنبھالا تو ایک دفعہ ان سے بھی اس بارہ میں استفسار کیا گیا تو فرمانے لگے:

''مجھے شرم آتی ہے کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کیے گئے اسفسار میں حک و اضافہ کروں''(۱)

استعارتاً اس سے مراد میت کے رشتہ دار ہیں جو حصول ترکہ کے لیے میت کا گھیراؤ کیے ہوئے ہوں۔''کلل'' کا ایک دوسرا مطلب تھک جانا بھی ہے۔کیونکہ سلسلہ نسب میت تک پہنچتے پہنچتے تھک جاتا میت سے آگے نہیں بڑھتا اس لیے بھی میت ''کلالہ'' کہلاتی ہے۔(۲)

یہاں ہم کو اس بات کا جائزہ لینا ہے کہ وہ کون سے رشتہ دار ہیں جن کی عدم موجودگی میت کو کلالہ بناتی ہے۔اس کا تعین نصوص قرآنیہ اور احادیث نبویہ ﷺ سے یا پھر براہ راست ہوسکتا ہے۔یا اشارتاً استدلال سے ممکن ہوسکتا ہے۔

کلالہ کی تعریف میں اختلاف ہے بعض کی رائے میں کلالہ وہ شخص ہے جو 'لا ولد' بھی ہو اور باپ اور دادا بھی زندہ نہ ہوں۔(۳) عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ تعالی کے ہاں کلالہ اس مرد یا عورت کو کہتے ہیں جس کی اولاد ہو اور نہ ہی ماں باپ ہوں۔ بلکہ آباء کی جانب کوئی رشتہ موجود نہ ہو(۴)۔عبدالرحمٰن ناصر السعدی جو کہ بیسویں صدی کے مشہور مفسر ہیں ان کی رائے میں کلالہ سے مراد وہ میت ہے جس کے صلب سے کوئی اولاد ہو نہ باپ دادا ہوں(۵)۔بعض کے نزدیک محض لا ولد مرنے والے کو کلالہ کہا جاتا ہے:

''حضرت عمرؓ آخری وقت تک اس معاملہ میں متردد رہے۔لیکن عامتہ الفقہاء نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس رائے کو تسلیم کیا کہ ہے کہ کلالہ وہ شخص ہے جو لاولد بھی اور باپ دادا بھی زندہ نہ ہو۔(۶)

جبکہ ماضی قریب کے مشہور مفسر علامہ شنقیطی رحمہ اللہ اس کی تعریف کرتے ہوئے بھی یہی فرماتے ہیں کہ:

''حقیقت حال یہی ہے کہ کلالہ سے مراد اصول و فروع کی عدم موجودگی ہی ہے، اور نسل کا انقطاع ہے، یعنی ایسی میت کہ جس کے باپ دادا ہوں اور نہ ہی اولاد ہو''۔(۷)

مولانا صلاح الدین حفظہ اللہ کے نزدیک کلالہ سے مراد وہ میت ہے جس کا باپ ہو نہ بیٹا۔(۸)

صلاح الدین حیدر لکھنوی حفظہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ لفظ کلالہ کی تفسیر میں اکثر مفسرین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ اکثر صحابہ کرامؓ کے نزدیک کلالہ اسے کہتے ہیں:"من لا ولد ولا والد"

یعنی جس کے وارثوں میں کوئی اولاد اور باپ موجود نہ ہو۔ یہ سیدنا ابوبکر، زید بن ثابت اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین کی رائے ہے اور یہی راجح رائے ہے۔(۹)

کلالہ کا ذکر قرآن کریم میں:

کلالہ کا ذکر قرآن میں دو مقامات پر آیا ہے۔

''اور جن کی میراث لی جاتی ہے وہ مرد یا عورت کلالہ ہو یعنی اس کا باپ بیٹا نہ ہو اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان دونوں میں ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے''۔(۱۰)

اور دوسری جگہ:

''آپ سے فتوی پوچھتے ہیں' آپ کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ خود تمہیں کلالہ کے بارہ میں فتوی دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص مر جائے جس کی اولاد نہ ہو اور ایک بہن ہو' تو اس کے چھوڑے ہوئے مال کا آدھا حصہ ہے۔ اور وہ بھائی اس بہن کا وارث ہوگا اگر اس کی (بھی) اولاد نہ ہو''۔(۱۱)

کلالہ کی تعریف کو جاننا اسلیے ضروری ہے کہ طرفین یعنی بہنوں بھائیوں کو میت کے ترکہ سے اپنا حصہ وصول کرنے کا استحقاق ہی تب حاصل ہوتا ہے جب وہ میت کلالہ ہو۔ بالفاظ دیگر طرفین کا میت کے ترکہ سے اپنا حصہ وصول کرنے کا بنیادی جواز ہی کلالہ کی تعریف بنتی ہے۔

کیونکہ بظاہر والدین میں ماں باپ دونوں شامل ہیں اور اولاد میں بیٹا اور بیٹی دونوں کا شمار ہوتا ہے۔ اس لیے تقسیم ترکہ میں یہ متعین ہو جانا از حد ضروری ہے کہ اولاد (فرع) اور والدین (اصل) میں کونسے رشتے میت کے ''کلالہ'' ہونے کی شرط ہیں۔

یعنی بوقت وفات ان رشتوں کے معدوم ہونے پر میت کلالہ ہوگی۔ اور کون سے رشتے ہیں کہ بوقت وفات جن کی موجودگی میت کے کلالہ ٹھہرنے میں مانع نہیں ہوگی۔ شاید اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد اس خواہش کا اظہار کرتے رہتے:

''تین چیزیں ایسی ہیں کہ میری خواہش تھی ان کی وضاحت سے قبل آپ ﷺ ہم سے جدا نہ ہوتے، دادا کی وراثت، کلالہ اور ربا کے مسائل''۔(۱۲)

کلالہ میت کے متعلق مندرجہ بالا چار موقف راقم کی نظر سے گذرے ہیں جن میں سے محمد بن ناصر السعدی رحمہ اللہ جو کہ مشہور مفسر ہیں کا موقف اقرب الی الصواب معلوم ہوتا ہے۔

البتہ مولانا صلاح الدین یوسف کے مطابق کلالہ سے مراد وہ میت ہے جس کا نہ باپ ہو نہ بیٹا (لاولد ولاوالد) راقم کے نقطہ نظر سے یہ مصفی موقف ہے جو کہ عامتہ الفقہا کا موقف ہے۔

اگر یہ بات مان لی جائے تو یقیناً کلالہ کی شرعی اصطلاحی تعریف میں میت کے باپ اور بیٹے کا معدوم ہونا لازم ٹھہرتا ہے اور یہ بات بھی طے ہوگی کہ میت کی ماں اور بیٹی کی موجودگی اس کے کلالہ ہونے کا سبب رکاوٹ نہیں بنتی۔ ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اس امر کی وضاحت کر دی جائے کہ ایسی ہی میت اصطلاح شرعی میں کلالہ ہے۔ آیئے ہم اس امر کا قرآن و سنت کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں:

بوقت وفات میت کی بیٹی کی موجودگی طرفین کے لیے میت کے ترکہ سے اپنا حصہ وصول کرنے میں مانع نہیں ہے:

سورۃ النساء کی آخری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یستفتونك قل الله یفتیکم فی الکلالة ان امرو هلك لیس له ولد و له اخت فلها نصف ما ترك وهو یرثها ان لم یکن لها ولدا۔(۱۳)

''آپ سے فتوی پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتوی دیتا ہے، اگر کوئی شخص مر جائے جس کی اولاد نہ ہو اور ایک بہن ہو تو اس کے چھوڑے ہوئے مال کا نصف حصہ ہے اور اگر بہن بے ولد فوت ہوئی تو اس کا بھائی بھی اس کے ترکہ کا وارث ہو گا۔(۱۴)

اس آیت میں لفظ ولد سے مراد بیٹا اور پوتا ہے اس سے بیٹی اور پوتی مراد نہیں کیونکہ آپؐ نے فرمایا:

''بہنوں کو بیٹیوں اور پوتیوں کے ساتھ عصبہ شمار کرو''۔(۱۵)

پھر اس کی عملی صورت بخاری، ترمذی اور ابن ماجہ میں مروی حدیثِ ہزیل بن شرجیل میں نظر آتی ہے کہ جب کہ سائل کے میت کی بیٹی پوتی اور عینی بہن کی وراثت کے متعلق پوچھنے پر حضرت عبداللہ بن مسعود نے جواب دیا:

''بیٹی کو آدھی جائداد پوتی کو چھٹا حصہ اور باقی عینی بہن کو دیا جائے۔(۱۶)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بیٹی کے ساتھ بہن عصبہ بنتی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ بیٹی ولد کے مفہوم سے خارج ہے۔ کیونکہ مندرجہ ذیل حدیث عصبہ کے مطابق ولد بحیثیت عصبہ اپنی موجودگی میں بہن بھائیوں کو ترکہ میت سے محروم کر دیتا ہے۔''الحقو الفرائض باهلها، فما بقی فلا ولی رجل ذکر''۔(۱۷)

لیکن یہاں پر بیٹی کی موجودگی میں بہن نے ترکہ میت سے اپنا حصہ وصول کیا۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ میت کی بیٹی کی موجودگی میت کو کلالہ نہیں ٹھہراتی۔ یعنی کلالہ میت کی بیٹی ہو تو طرفین (بہن بھائیوں وغیرہ) کو میت کے ترکہ سے اپنا حصہ وصول کرنے سے رکاوٹ نہیں بنتی۔

بیٹی کی موجودگی میں بہن کا بطور عصبہ ترکہ سے حصہ وصول کر لینا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ جس ولد کا ذکر سورہ نساء کی آیت ۱۷۶ میں ہوا ہے، اس کے مفہوم سے بیٹی خارج ہے۔ اور معاً یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ ولد صرف صلبی بیٹا یا پوتا ہے۔ بوقت وفات میت کے باپ کی موجودگی طرفین کیلئے میت کے ترکہ سے اپنا حصہ وصول کرنے میں قوی مانع ہے۔

اس بحث میں کلالہ میت کی وفات کے وقت اس کے باپ کے معدوم ہونے کی شرت کو صرف نئے قاری کے لیے مدلل طور پر یہیں بیان کر دیا جائے تو راقم کی نظر میں مندرجہ بالا دلائل مدو معاون ثابت ہوں گے۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ حدیث عصبہ یعنی: "الحقوا الفرائض بأ هلها فما بقی فلأولی رجل ذ کر۔"

یہ حدیث میت کے ترکہ کی تقسیم میں باپ کو بعد از ولد (بیٹا اس کی عدم موجودگی میں پوتا) کو میت کا قریب تر مذکر بتاتی ہے اور حدیث "اجعلو البنات مع الاخوات عصبة"

اسی طرح حدیث ھزیل بن شرجیل بیٹی اور پوتی کے ساتھ بہن کو عصبہ بناتی ہے اور یہ بات طے ہے کہ بہن تبھی عصبہ بنتی ہے جب میت کی اصل (آباء) اور فرع (اولاد) میں مذکر نہ ہو۔

لہٰذا جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ بیٹی ایک تو مفہوم ولد سے خارج ہو جاتی ہے اور دوسرا میت کی وفات کے وقت اسکے باپ کی عدم موجودگی (زندہ نہ ہونا) اس صورت میں بھی بالا والی یہی بات لازم ٹھہرتی ہے کہ مؤنث کو اس سے خارج تصور کیا جائے چنانچہ میت کی بہن (عینی ہو یا علاتی) کا اسکی بیٹی کے ساتھ عصبہ بن جانے سے اشارہ ملتا ہے کہ میت کا باپ بوقت وفات معدوم ہے۔ اگر وہ ہوتا تو یقیناً بہن عصبہ نہ بنتی بلکہ باپ ہی بحثیت عصبہ ترکہ لے جاتا۔ لہٰذا بہن کا عصبہ بننا میت کے باپ کی عدم موجودگی (میت کے باپ کا اسکی وفات کے وقت معدوم ہونے) کا اظہار ہے۔

اس ضمن میں دوسری معاون دلیل سورۃ نساء کی آیت ۲۱ میں اولاد کی عدم موجودگی کی صورت میں اللہ فرماتے ہیں:

"(اولاد نہ ہونے کی صورت میں) ماں باپ ہوں گے جبکہ ماں کا حصہ تیسرا ہے"۔ (۱۸)

یعنی ماں کا حصہ متعین کر دیا اور "وَرِثَـهُ أَبَـوَاهُ" سے ظاہر ہوتا ہے کہ بقیہ دو تہائی کا مستحق بطور باپ ہوگا۔ اور مزید فرمایا کہ:

"اگر میت کے کئی بھائی ہوں تو پھر ماں کا چھٹا حصہ ہے"۔ (۱۹)

یعنی اخوۃ (متعدد بہن بھائی) کی موجودگی میں ماں کا حصہ میت کے ترکہ سے تہائی سے کم ہوکر چھٹا ضرور ہوگیا مگر وورثہ ابواہ کے تحت بقیہ ۶/۵ کا مستحق ابھی بھی باپ بنے گا۔(جس کی حکمت غالباً اہل علم یہ بتاتے ہیں کہ میت کے باپ کی اس کے بہن بھائیوں کے ساتھ موجودگی باپ کو انکا نگران اور ذمہ دارِ نان ونفقہ ٹھہراتی ہے)۔

مختصراً یہ کہ مندرجہ بالا پہلوؤں سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ طرفین کا میت (بہن ہو یا بھائی) کے ترکہ سے اپنا حصہ وصول کرنے کیلئے میت کے باپ کی عدم موجودگی ضروری ٹھہرتی ہے۔یعنی کلالہ میت وہ ہوگی جو صلبی اولا دذکور کے ساتھ ساتھ باپ سے بھی محروم ہوگی (البتہ باپ کی عدم موجودگی میں فقہاء کے مابین دادا کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔امام مالک امام شافعی اورامام احمد رحمتہ اللہ علیہم کے نزدیک دادا کی موجودگی میں عینی اور علاتی بہن بھائی وارث ہوں گے۔

یہی مذہب سیدنا علی، زید بن ثابت، عبداللہ بن مسعود اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے۔اور یہی ادلہ کے لحاظ سے درست معلوم ہوتا ہے۔اگرچہ سیدنا ابوبکر، ابن عباس، ابی بن کعب، معاذ بن جبل رضوان اللہ علیہم اجمعین اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ کا مذہب اسکے برعکس ہے یعنی دادا طرفین کو واراثت سے محروم کرتا ہے مگر اس مسئلہ میں سب فقہاء کا اتفاق ہے کہ اخیافی بہن بھائی دادا کی موجودگی میں وراثت سے محروم ہوتے ہیں۔

بوقت وفات میت کی ماں کی موجودگی طرفین کیلئے میت کے ترکہ سے اپنا حصہ وصول کرنے میں مانع نہیں ہے۔

اب ہم میت کے کلالہ ہونے میں ماں کی حیثیت (بوقت وفات اس کی موجودگی یا عدم موجودگی) کا جائزہ لیتے ہیں آیا کہ ماں کی موجودگی (تقسیم ترکہ کے وقت زندہ ہونا) میں میت کے طرفین کو اس کے ترکہ سے کچھ ملے گا یا نہیں؟ راقم کی رائے میں کلالہ میت کے ترکہ کی تقسیم کے وقت طرفین کو اپنا حصہ وصول کرنے میں میت کی ماں کی موجودگی مانع نہیں ہے اس کا اشارہ ذیل میں بیان کردہ حدیث اور سورۃ نساء کی آیت ۱۲:''فان کان له اخوة فلامه السدس '' میں ملتا ہے جیسا کہ پہلے باپ کی بحث میں ذکر ہوا کہ ''لاولد'' میت کی ماں کو متعدد بہن بھائیوں کی موجودگی میں ۱/۶ ملے گا مگر بقیہ ۵/۶ میت کے بھائیوں (چاہے عینی ہوں علاتی یا پھر اخیافی ہوں) کو تبھی ملے گا جب میت کا باپ اسکی وفات کے وقت نہیں ہوگا۔

وگرنہ حدیث عصبہ یعنی:''الحقو الفرائض با هلها''صراحت کرتی ہے کہ بقیہ ۵/۶ کا مستحق بھی بطور باپ ہوگا۔

اس ساری بحث میں جو بات قابلِ ذکر ہے وہ یہ کہ ماں چونکہ عصبہ نہیں بنتی اس لیئے جب:''فا ن کا ن لها خوة فلامه السد س '' کے اصول کے تحت اخوۃ (میت کے بہن بھائی) ماں کا حصہ ثلث (تیسرا) سے کم کر کے سدس (چھٹا) کر دینے کا سبب بنتے ہیں تو پھر میت کے باپ کے معدوم ہونے کی صورت میں اس کے ترکہ سے اپنا حصہ وصول کرنے کے بالاولی حقدار بھی وہی ہوں گے۔

چنانچہ مندرجہ بالا وضاحت کی بنیاد پر یہ حقیقت بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ بے اولاد میت کی ماں اسکے اخوۃ (بہن بھائیوں) کو ترکہ سے محروم کرنے کا سبب نہیں بشرطیکہ اس میت کا باپ بطور عصبہ موجود (زندہ) نہ ہو۔

بایں ہمہ راقم کی رائے میں میت (عورت ہو یا مرد) کلالہ تب کہلائے گی جب فرعاً اسکا بیٹا ہوا اور نہ پوتا اور اسی طرح اصلاً باپ ہو نہ دادا۔ البتہ اس کی بیٹی پوتی یا ماں موجود (زندہ) ہوسکتی ہیں۔

خلاصہ:

۱: کلالہ میت وہ ہے جس کا نہ صلبی بیٹا ہو اور نہ پوتا اور وہ باپ اور دادا سے بھی محروم ہو چکی ہو۔ کیونکہ یہ رشتے بحیثیت عصبہ طرفین (بہن بھائیوں) کو میت کے ترکہ سے حصہ وصول کرنے میں قوی مانع اور رکاوٹ بنتے ہیں۔

۲: البتہ کلالہ میت کی ماں اور بیٹی یا پوتی، ان میں سے کوئی ایک یا سب موجود ہوسکتی ہیں کیونکہ یہ رشتے بطور عصبہ طرفین کو میت کے ترکہ سے ان کا حصہ وصول کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں بنتے۔

۳: بہن بھائی میت کے ترکہ سے اپنا حصہ لینے کا استحقاق تب رکھتے ہیں جب میت کلالہ ہو۔

(واللہ اعلم بالصواب)

مراجع وحواشی

(۱) ابن کثیر۔تفسیر القرآن العظیم۔تفسیر سورۃ النساء آیت نمبر۱۲۔لاہور: دارالسلام للنشر والتوزیع

(۲) صلاح الدین یوسف۔قرآن (اردو ترجمہ) حاشیہ النساء۴:۱۲۔شاہ فہد پرنٹنگ پریس

(۳) ابوالاعلی المودودی۔تفہیم القرآن۔حاشیہ النساء۴:۱۷۶۔طبع ہفتم۔لاہور: ادارہ ترجمان القرآن

(۴) عبدالرحمان کیلانی۔(۱۴۳۱ھ)۔تیسیر القرآن۔حاشیہ النساء۴:۱۷۶۔لاہور: مکتبۃ السلام

(۵) عبدالرحمان ناصر السعدی۔تیسیر الکریم الرحمان (المعروف) تفسیر سعدی (اردو)۔مترجم: پروفیسر طیب شاہین لودھی۔حاشیہ النساء۴:۱۷۶۔ناشر: دارالسلام

(۶) ابوالاعلی المودودی۔تفہیم القرآن۔حاشیہ النساء۴:۱۷۶

(۷) محمد امین الشنقیطی۔أضواء البیان فی تفسیر القرآن بالقرآن۔تفسیر سورۃ النساء آیت نمبر۱۲۔الطبعۃ الرابعۃ۔بیروت: مکتبۃ دارالعلم الجدید

(۸) صلاح الدین یوسف۔(۱۹۹۷)۔تفسیر أحسن الکلام (اردو ترجمہ)۔حاشیہ النساء۴:۱۲۔پہلا ایڈیشن۔لاہور: دارالسلام

(۹) صلاح الدین حیدر لکھوی۔(۲۰۱۰)۔اسلام کا قانون وراثت۔ص ۸۸

(۱۰) سورۃ النساء۴:۱۲

(۱۱) سورۃ النساء۴:۱۷۶

(۱۲) صحیح البخاری۔حدیث نمبر۶۷۳۲

(۱۳) سورۃ النساء۴:۱۱

(۱۴) صحیح البخاری۔ کتاب الفرائض۔ حدیث ۶۷۳۲۔ باب ۲۱ ''میراث الاخوات مع البنات عصبۃ''

(۱۵) صلاح الدین حیدر لکھوی۔ (۲۰۱۰) ۔ص ۹۹

(۱۶) صحیح البخاری۔ کتاب الفرائض۔ حدیث نمبر ۲۳۷۶

(۱۷) صحیح البخاری۔ کتاب الفرائض۔ حدیث نمبر ۲۳۷۶

(۱۸) سورۃ النساء۴:۱۱

(۱۹) ایضاً